

اللہ کا بانگ محمد علی جوہرؒ

بروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

کوئٹہ

نوٹ: یہ مقالہ صرف ریکارڈ کے لئے شائع کیا جا رہا ہے، اسے تحقیقی آرٹیکل کی حیثیت سے نہیں پیش کیا جا رہا ہے، بلکہ یہ تاریخ پاکستان کی عظیم شخصیت کے علمی تبرکات ہیں۔

اللہ کے بانگے اور نرالے رنگ والے محمد علی جوہر نے خود ہی کہا تھا

اللہ کے باکوں کا بھی ہے رنگ نرالا

اس سادگی پہ سرنخی خونِ شہدا دیکھ

وہ بلاشبہ حقیقی معنوں میں مردِ مومن تھے۔ وہ نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے

مردِ مجاہد تھے، بلکہ علامہ اقبال کے الفاظ میں ایشیا اُن کے جلوہ سے ہمیشہ معمور رہے گا۔ علامہ

اقبال فرماتے ہیں

جلوہ اوتا ابد باقی بہ چشمِ آسیاست

گرچہ آں نور نگاہِ خاور از خاور گزشت

مفصل کیسی ہی کیوں نہ ہو، سامعین کس ڈھب کے ہوں اور ماحول کیساتھ بھی ہو، محمد علی

جو ہر خاموش نہیں رہتے تھے۔ اُن کی طبع اتنی رواں، شوخ اور شگفتہ تھی کہ وہ ہر تقریر میں نئے نئے

نکتے بیان کرتے تھے۔ وہ جاہ و جلال سے مرعوب ہونا نہ جانتے تھے۔ وہ بلا خوف و خطر حقیقت اور

صداقت پر مبنی باتوں کو پیش کرتے تھے۔ وہ گھبرانے خوف زدہ ہونے اور لبوں پر مہر سکوت ثبت

کرنے کے عادی نہ تھے۔ وہ پاکیزہ ذوق کے مالک آرٹ اور فنونِ لطیفہ کے قدردان ہونے کے

ساتھ ساتھ سخت سے سخت حالات میں بھی امید کا دامن
باتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ خود کہتے ہیں۔

امتحان سخت سہی پر دل مومن ہے وہ کیا
جو ہر اک حال میں اُمید سے معمور نہیں

وہ بچوں، جوانوں، عورتوں اور بوڑھوں تک کو اپنا ہمنوا بناتے، ملک کے کونے کونے کا
دورہ کرتے، جہان پہنچنے کا لہجوں، اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں تالے لگ جاتے۔ طلباء قوم کے
رضا کار بنتے۔ عدالتوں کا کام ٹھپ ہو جاتا۔ لاکھوں میں کھیلنے والے وکیل اور بیرسٹر قوم کے سپاہی
بن جاتے۔ نہ فیس کی حاجت ہوتی اور نہ ہی علم کی دوکان چمکتی۔ صرف ایک حریت کے جذبے کے
تحت لوگ رواں دواں ہوتے۔

اسی ماحول میں مولانا محمد علی جوہر نے مختلف مقامات پر قوم کو جس انداز میں خطاب
فرمایا اور مختلف امور پر روشنی ڈالی۔ اُن میں سے چند ایک کے بارے میں اُن کی کبھی ہوئی باتیں اُن
کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے۔ خدا کی وحدانیت پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تم پر حکومت نہ کر سکے، تو پہلے خدا کی وفادار رعایا
بنو، تمہارا بادشاہ بھی تمہاری طرح خدا کی رعایا کا ایک فرد ہے۔ تم اُس سے
کہہ سکتے ہو کہ ہم تم ایک خدا کے بندے ہیں، مراتب بے شک جدا جدا
ہیں، مگر عبدیت الہی کا جہاں تک تعلق ہے ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں
ہے۔“

”میں تھیو کریسی (مذہبی حکومت) پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ میرا بادشاہ کون
ہے؟ سب سے پہلے میرا بادشاہ خدا ہے اور خدا نے مجھے ویسا ہی آزاد پیدا
کیا ہے جیسا کہ جارج پنجم کو“

”یہ خیر مقدم محمد علی شوکت علی کا نہیں ہے، علی برادران کا خیر مقدم کچھ نہیں،

خدا کا خیر مقدم کرو، جو اپنے احکامات اپنے بندوں کے ذریعہ سنوار رہا ہے، یہ ہار پھول سب بے کار ہیں۔ کیونکہ خدا دل کو دیکھتا ہے۔ اگر حکومت یا کسی دوسری قوم کی ضد سے یاد دکھاوے کو ایسا کیا جاتا ہے تو وہ قبول نہیں ہے، ہم اس کے دوست ہیں، جو خدا کا دوست ہے، ہم اس کے دشمن ہیں جو خدا کا دشمن ہے، ہم تو اللہ کے ہوئے۔

رشتہ درگرم دم انگندہ دوست می بروہر جا کہ خاطر خواہ اوست انہی خیالات کو منظوم صورت میں یوں نبھاتے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے کیا ڈر ہے جو ہوساری خدائی بھی مخالف کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے تجھے تسکین دل پایا تجھے آرام جاں پایا نہاں بھی ہے تو کیا، تجھ کو جہاں ڈھونڈا وہاں پایا ترا وہ بتلا نا کام سمجھا جس کو دینا نے اسی کو سرخرو دیکھا، اسی کو کامراں پایا خدا کی وحدانیت کیسے پھیلتی ہے، مولانا محمد علی جوہر کی زبان سے سنئے:

”خدا کی وحدانیت پھیلانے کے صرف دو ہی ذریعے ہیں، قلم یا تلوار، تلوار ہم سے چھین لی گئی۔ مگر الحمد للہ کہ قلم پر آپ لوگ قابض ہیں، آج کل قلم پر قبضہ تلوار کے قبضہ سے زیادہ پراثر اور نہایت اہم ہے۔ جو لوگ تلوار کے مالک ہیں، وہ بھی اہل قلم کی طاقت اور تلوار کا لوہا ماننے ہیں، آپ کے قلم کا لوہا تلوار کے لوہے سے زیادہ سخت اور آپ کے قلم کی روانی تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے، اور آپ کے قلم کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔“

”پس اپنا قدم آگے بڑھائیے، قلم پر قہر رکھئے اور خدا کی وحدانیت صفحہ دہر پر لکھ ڈالئے، خدا کی رحمت اور تائید آپ کے ساتھ ہو۔ آمین“

مولانا محمد علی جوہر اپنی تقاریر اور خطبات میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے حوالے دیا کرتے تھے۔ جیسے ایمان کی سلامتی کی دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”کہ ایمان یہ ہے کہ ہاتھ سے عمل کرو، زبان سے کوشش کرو، اگر یہ نہیں

کر سکتے تو کم از کم دل سے اقرار کرو، کہ یہ اقل ترین ایمان کا درجہ ہے“

دوسری جگہ کہتے ہیں: خدا کے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ:

اخرجوا اليهود والنصارى من جزيرة العرب

”یہود اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کرو۔“

”اس حکم کی تعمیل ہم پر فرض ہے وہ بیت المقدس جسے مسلمانوں نے اپنا

خون بہا کر فتح کیا تھا اور جس پر اب تک خلیفۃ المسلمین (سلطان ترکی)

کا اقتدار تھا ہم اس پر غیار کا قبضہ ہرگز نہیں رہنے دیں گے۔“

وہ اپنے فتنانی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اظہار اس طرح بھی کرتے ہیں۔

دشیت رو غریب میں اکیلا تو نہیں تو بطٹی کے مہاجر کا تو نقش کف پا دیکھ

نہیں معلوم کیا ہو حشر جوہر کا پر اتنا ہے کہ ہاں نام محمد مرتے دم ورو زباں پایا

جب رسوائے زمانہ کتاب راجپال چھپی تو مولانا محمد علی جوہر بے تاب اور کبیدہ خاطر

ہوئے، ایسی لغویات کے سد باب کے لئے آئینی، قانونی اور قابل عمل کوششیں کیں۔ مگر اس واقعہ

سے ان کے دل و دماغ بہت زیادہ اثر پذیر ہوئے۔ چنانچہ ایک موقع پر اپنے تاثرات کا اس طرح

اظہار کیا۔

”جہاں تک خود میرا تعلق ہے مجھے نہ قانون کی ضرورت ہے نہ عدالتوں کی

حاجت، اگر کوئی ہندوستانی بھائی اس قدر شقی القلب ہے، کہ مجھ سے تو

ایک معمولی جانور کا تقدس منوا کر اس سے متمتع ہونے کے حق سے میری

دست برداری کا طالب ہے، لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہیں، ان میں سے سب سے اشرف نبی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم باعث تکوین دو عالم کا تقدس میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس کا اتنا بھی پاس نہیں کرتا کہ اس برگزیدہ ہستی کی توہین کر کے میرے قلب کو چور چور کرنے سے احتراز کرے، تو ہندوستان کو غلامی سے نکالنے کے لئے جس میں وہ آج مبتلا ہے اور جو گاؤں پرست ہندوؤں کے وجود سے کہیں زیادہ ہمارے مذہب ملت کی بے حرمتی کا سبب ہے، مجھ سے جہاں تک صبر ہو سکے گا، صبر کروں گا، اور جب صبر کا جام لبریز ہو جائے گا تو یا تو اس گندہ دل، گندہ دماغ، گندہ ذہن کا فرکی جان خود لے لوں گا، یا اپنی جان اس کوشش میں خود کھودوں گا۔“

عبادت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔

”ماہ رمضان کے تیس روزے رکھ لینے یا بقرعید پر قربانی کر دینے سے ہماری ذمہ داریاں ختم نہیں ہو جاتیں۔ عبادت کا اصل مفہوم عبدیت کا سبق حاصل کرنا ہے۔ اس سے یہ فائدہ مرتب ہونا چاہئے کہ یہ حقیقت ہمارے ذہن نشین ہو جائے کہ ہم خدا کے غلام ہیں اور اس کے سوا ہم کسی کی غلامی (بہ رضا و رغبت) نہیں اختیار کر سکتے“

عبادت ہے مقصود خدا تعالیٰ کی غلامی ہے، اور سچے معنی میں خدا کی غلامی یہ ہے کہ صبح و شام اٹھتے بیٹھتے اس کے کام کرو روزہ اور نماز اجزائے عبادت ہیں، اصل عبادت یہ ہے کہ جو کچھ بھی کر خدا کے لئے کرو، ورنہ شرک خفی عائد ہوتا ہے۔ اسلام دنیا کو بھی سمجھانے آیا ہے، یہ فرض خلافت کی صورت میں پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ پھر اس نے صلحاء کو بھیجا، کہ وہ خدا کی آجتہی اور واسرا ملتی ہے، تاکہ خدا تعالیٰ کی عبادت رائج ہو، اور غیر اللہ کی غلامی سے نجات ملے،

اور خدا کی مرضی میں ہر چیز گم ہو جائے۔

مولانا محمد علی جوہر مذہبی رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے، کہ انہیں جہاں بھی موقع ملتا، وہ اظہار خیال سے نہ چوکتے تھے، گول میز کانفرنس میں انہوں نے اپنی معروف اور تاریخی تقریر میں ایک مقام پر کہا تھا:

”دنیا کی مذہبی جنگیں اور صلیبی لڑائیاں اس قدر تباہی خیز اور ہولناک نہ تھیں۔ جیسی آپ کی گزشتہ جنگ عظیم، اور یاد رکھئے کہ وہ آپ کی قوم پرستی کی جنگ تھی، میرے جہاد کی جنگ نہ تھی۔“

اللہ تعالیٰ کے گھر کی حفاظت کے سلسلے میں آپ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر ہم کعبہ کی حرمت ضروری سمجھتے ہیں تو ہمیں موت سے باک نہ ہونا چاہئے اور مصلحتوں کا لحاظ نہ کرنا چاہئے۔

کیا دھرا ہے عقل میں جز حیرت و سرگشتی

پھر سے ہوں پابند اس کا میں وہ دیوانہ نہیں

دوسری جگہ کہا تھا:

”اس کی حرمت ہماری ماؤں، بیویوں اور بہنوں سے کہیں زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر کی حفاظت کے جرم میں اگر ہمیں قید کر لیا گیا تو کوئی حرج نہیں“

تحفظ خلافت کے بارے میں آپ نے فرمایا:

”مسئلہ تحفظ خلافت رومن کیتھولک کے پوپ جیسا نہیں ہے، کہ چند میل کے باہر اس کی حکومت بالکل نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کر سکتا ہے صرف ان چند میلوں کے اندر جہاں اس کی ”حکومت“ قائم ہے۔ خلافت نہ کوئی حکومت ہے نہ کوئی بطریق جیسا راجہ ہے، بلکہ خلافت کا سلسلہ برابر جاری ہے، آج بھی مسلمان اس کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں، جس طرح ۱۳ سو

سہاں قبل تسلیم کرتے تھے۔ ان کے لئے حکم ہے کہ تمہارے اور تمہارے
اولی الامر میں تنازع ہو۔ تو وہی کرو، جو خدا کا حکم ہے۔ اب بھی ہر شخص
کے لئے وہی حکم ہے اور وہ اس پر عمل کرنے پر مجبور ہے۔“
مولانا محمد علی جوہر وطنیت اور قومیت کے یورپی مفہوم کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے،
چنانچہ انہوں نے گول میز کانفرنس میں بلا جھجک فرمایا:

”میں کہتا ہوں کہ خدا نے انسان کو بنایا اور شیطان نے قوموں کو، قومیت،
وطنیت، انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتی ہے، لیکن مذہب
انسانوں کو ایک دوسرے سے وابستہ کرتا ہے۔“

وہ دل و جان سے احیائے خلافت راشدہ کے خواہاں تھے، مفتی فلسطین
امین الحسینی نے انکشاف کیا تھا کہ وہ ایک دفعہ مسجد حرام کے اندر خانہ کعبہ
کے پاس سے گزرے، تو دیکھا کہ رات کی تاریکی میں ایک شخص خانہ کعبہ
میں صاحب خانہ سے مصروف راز و نیاز ہے، آواز بیٹھی ہوئی، گریہ گلوگیر،
گردن سجدہ میں جھکی ہوئی۔ گڑ گڑا کر، رورہ کر عرض کر رہا ہے۔ کہ اے
کار سازِ عالم تو مجھے تو جہنم میں جھونک دے، میری کسی آرزو کو پورا نہ کر،
لیکن ایک بار ان آنکھوں کے سامنے احیائے خلافت راشدہ کر کے وہ
مبارک و مسعود زمانہ پھر واپس لا دے، جس کو کانوں نے سنا ہے۔ مگر
آنکھیں جس کی دید سے اب تک محروم ہیں“

جب اس شخص نے پانی پیشانی سجدے سے اٹھائی تو مفتی فلسطین نے دیکھا کہ وہ اللہ کا
بانکا محمد علی جوہر ہے، جس کا نورانی چہرہ آنسوؤں سے تر ہے۔

۱۹۲۸ء میں جب آپ یورپ علاج کے لئے تشریف لے گئے تو کچھ دنوں کے لئے
انگلینڈ بھی گئے تھے وہاں ایک مرتبہ پارلیمنٹ کی مہمانوں کے لئے مخصوص گیلری میں بیٹھے ہوئے

کارروائی ملاحظہ کر رہے تھے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا، گیلری کے ایک گوشے میں اپنی عبا بچھائی اور اللہ کے حضور جھک گئے، حاضرین مجلس انگشت بدندان رہ گئے، لندن کے ایک اخبار نے اس واقعہ کو شائع کیا کہ آج ایک آدمی سے ”یہ حرکت“ سرزد ہوئی۔

محمد علی جوہر برصغیر میں بھی مختلف مجالس میں اسی ”حرکت“ کے مرتکب ہوا کرتے تھے وہ اس سلسلے میں دوسروں کے ”اشاروں“ اور ”کنایوں“ کو درخود اعتناء نہ سمجھتے تھے، خود فرما گئے۔

جس نے دنیا کو نامراد کہا وہی ناکام کام کرتا ہے
آج کرلو جو کر سکو کل تک کون جیتا ہے کون مرتا ہے
قلزم عشق میں جو گرا سو گرا اس کا ڈو با کہیں ابھرتا ہے
وہی دن ہے ہمارے عید کا دن جو تری یاد میں گزرتا ہے
اللہ کا یہ بانگ متعدد بیماریوں میں مبتلا ہونے کے باوجود گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن پہنچا وہیں فرمایا:

”میں کہتا ہوں کہ جس آدمی کے حواس بجا ہیں وہ ان بیماریوں کے ساتھ
۷۔ میل کا سفر بھی نہیں طے کر سکتا۔ لیکن پھر بھی میں خشکی اور سمندر کے
سات ہزار میل کا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ کیونکہ جہاں
ہندوستان اور مسلمان کا معاملہ آ جاتا ہے، وہاں میری حالت دیوانوں کی
سی ہو جاتی ہے۔“

اللہ کے حضور ”نقد جاں“ پیش کرنے سے پیشتر جس کے بارے میں خود گویا ہوئے تھے
نقد جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جو ہر کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا یہی ہے
وہ رات بھر مصروف کار رہے، اور ہندو مسلم تعلقات پر جو انہوں نے ایک مفصل اسکیم
تیار کی تھی، اس کا مسودہ ٹھیک کراتے رہے۔

عقل کو ہم نے کیا نذر جنوں عمر بھر میں یہی دانائی کی

اور

سننے ہی جس کے خلق میں کہرام مچ گیا جوہر وہ تیری ہی تو کہیں داستان نہ ہو
اسلام کا یہ مایہ ناز سپوت ان گنت لوگوں کی خواہشات کے باوجود نہ تو رامپور، لکھنؤ
اجمیر، کلکتہ، علی گڑھ اور دلی کی سر زمین میں دفن ہوا۔ بلکہ بیت المقدس کی مسجد عمر نے اپنا سینہ چاک
کیا اور اللہ کا بانگ اس میں سما گیا، ان کے اپنے الفاظ میں:

رہرو تھا راہِ عشق کا منزل کو پالیا
اب اور کیا نشان مری لوحِ مزار دے
ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

حوالہ جات:

ابوسلمان شاہجہاں پوری، پروفیسر ڈاکٹر انصار زاہد، پروفیسر فصیح الدین صدیقی، رئیس
الاحرار مولانا محمد علی جوہر (سوانح و خدمات)

مجلہ علم و آگہی، گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی برائے ۱۹۷۸-۷۹ء، ص ۲۸ تا ۳۸

مکاملہ واتحاد المذاہب کی مذہبی بنیادیں
سیرت طیبہ ﷺ، اسوۂ انبیاء علیہ السلام اور
کتب مقدسہ کے تناظر میں
محقق:

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی

اصول سیرت نگاری

مفت

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی

اسوہ حسنہ اور مروجہ میلاد محفلیں

خراج عقیدت ادا کرنے والوں خراج عقیدت سے کیا کام ہوگا یہی ہے زبانی محبت کا عالم تو دین ہدیٰ اور بدنام ہوگا اگر سن سکو تو روح محمد ﷺ خراج اطاعت کی طالب ہے تم سے یہی ہے جو قول و عمل کی دورگی بہت درد انگیز انجام ہوگا فقط خوش بیانی کے جوہر دکھا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے عمل چھوڑ کر صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے اٹھو مومنو! آج سے عہد کرلو، حبیب خدا ﷺ کی اطاعت کرو گے عقیدت کے پہلو بہ پہلو عمل سے حقیقت میں تعمیل سنت کرو گے